سید عبدالمالک☆

# وکالت کا اسلامی ضابطۂ اخلاق

## وکالت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں وکالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنا کوئی معاملہ کسی دوسرے شخص کے سپرد کردے بتصریح راغب اصفہانی : " التوکیل أن تعتمد علی غیرك وتجعله نائباً عنك والوکیل فعیل بمعنی المفعول قال تعالی: وکفی بالله وکیلا. أی اکتف به أن یتولی أمرك" (١)(توکیل سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص پر اعتماد کریں اور اس کو اپنا نائب بنادیں۔ وکیل بروز نفعیل ہے اور مفعول کے معنی میں ہے اللہ تعالی نے فرمایا"اور اللہ تعالی کے حوالہ کیجیے اللہ تعالی کافی کارساز ہے""یعنی اللہ تعالی کافی ہے کہ تم معاملہ اس کے سپرد کردو "اور وہ تمہارا وکیل ہو")بقول الجرجانی :"الوکیل هو الذی یتصرف لغیره لعجز موکله" (٢)(وکیل وہ شخص ہے ،جو موکل کے عاجز ہونے کی وجہ سے اس کی طرف سے کسی معاملے میں تصرف کرے)۔ ابن حجر العسقلانیؒ نے وکالت کی تصریح یوں کی ہے :"وهی فی الشرع اقامة الشخص غیره مقام نفسه"(٣)(وکالت کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی جگہ نامزد کرنا) فتاوی عالمگیری میں وکالت کے شرعی معنی یوں بیان ہوئے ہیں :"أما معنا ها شرعا فهو اقامة الانسان غیره مقام نفسه فی التصرف معلوم حتی ان التصرف ان لم یکن معلوما یثبت به أدنی تصرفات الوکیل وهو الحفظ"(٤) (وکالت کے شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کسی تصرف معلومہ کے واسطے بجائے اپنے قائم کرے اور اگر تصرف معلوم نہ ہو تو وکیل کو ادنی تصرف یعنی حفاظت ثابت ہو جائے

☆ شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی ، کوئٹہ

گی) گویا وکالت کے اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جسے کوئی جائز کام نمٹانے کا اختیار ہو اس کی انجام دہی کے لئے کسی دوسرے کو اپنی جگہ نامزد کرے ایسے شخص کو موکل کہتے ہیں اور جسے مقرر کیا گیا ہے وہ وکیل ہے۔

## وکالت کا جواز اور عدم جواز

جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے وکالت کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :

(الف) عام کاروباری امور میں وکالت، جس میں فروخت، خرید، کرایہ، نکاح، طلاق، ہبہ، صدقہ، خلع، مصالحت، شفع وغیرہ(۵) جیسے امور شامل ہیں۔ ان کاروباری معاملات میں وکالت جائز ہے صرف حدود و قصاص شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ لہذا موکل کی غیر موجودگی میں یہ شبہ بہر حال موجود رہے گا کہ اس نے معاف کر دیا ہو۔

(ب) مروجہ قانونی وکالت۔ اس نوع کی وکالت سے متعلق عصر جدید کے علماء و فقہاء اور دانشوروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے بعض اس کے جواز کے حق میں ہیں اور کچھ عدم جواز کے قائل ہیں۔ پہلے قسم اول یعنی عام کاروباری امور میں وکالت پر قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں بحث ہو گی۔

## قرآن حکیم اور وکالت

قرآن حکیم میں چند آیات کریمہ ایسی ہیں جن میں وکالت کے اصطلاحی معنی کا واضح اشارہ ملتا ہے اور وکالت کے مسائل کے استنباط کے لئے مذکورہ آیات کریمہ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ میں ارشاد ربانی ہے : " فان كان الذى عليه الحق سفيها او ضعيفا او لا يستطيع ان يمل هو فليملل وليه بالعدل"(۷) (اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف یا ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی انصاف سے لکھے) اس آیت کریمہ میں سفیہ، ضعیف اور عاجز کے لئے وکیل بنانے کا واضح حکم پایا جاتا ہے کہ ان کی نیابت میں ان کے نام پر ان کا ولی متعلقہ امور کی تحریر کی ذمہ داری قبول کرلے۔

اس کے علاوہ سورۃ الکھف میں فرمان الٰہی ہے "قالوا ربكم اعلم بما لبثتم فابعثوا احدكم بورقكم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكى طعاما فلياتكم برزق منه

ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا" (۸)( پھر وہ بولے "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزرا۔ چلو' اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لئے لائے۔ اور چاہئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے' ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے) اس آیت کریمہ میں اصحاب کہف کی طرف سے اپنا ایک نمائندہ بطور کھانے کی خریداری کے واسطے بھیجا گیا تھا ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے "وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ان یریدآ اصلاحا یوفق الله بینهما" (۹)( اور اگر تم ڈرو کہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے' اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں تو اللہ ان دونوں میں موافقت کر دے گا) یہاں دونوں طرف سے ایک ایک وکیل کے تقرر کا حکم ہے اگر ان کے اندر اخلاص ہو گا تو وہ فریقین کے درمیان صلح کرانے میں ضرور مددگار ہو سکتے ہیں۔ غرض یہ کہ زیر نظر آیات کریمہ اساسی نوعیت کی ہیں اور ان سے وکالت کے احکام و مسائل کا کثیر تعداد میں استخراج کیا گیا ہے۔

## احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وکالت

احادیث میں بھی ایسی بہت سی روایات ملتی ہیں جن سے وکالت کا تصور واضح ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث نبوی ہے :"عن سهل بن سعد قال جاء ت امرأة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله انی قد وهبت لك من نفسی فقال رجل زوجنیها قال قد زوجنا کها بما معك من القرآن" (۱۰) ( سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کر دی۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا نکاح اس عورت سے کر دیجیے آپ نے فرمایا میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے قرآن کے اس حصے کے عوض کر دیا جو تمہیں یاد ہے)۔ علاوہ ازیں ایک اور حدیث نبوی ہے :" عن جابر بن عبدالله قال اردت الخروج الی خیبر فقال اذا اتیت وکیلی خذمنه خمسة عشروسقا فان ابتغی منك آیة فضع یدك علی ترقوته" (۱۱)(حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے خیبر جانے

کا ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا میرے وکیل سے ملنا اور اس سے پندرہ وسق کھجور لیتے آنا۔ اگر وہ تجھ سے نشانی مانگے تو اس کے حلق پر ہاتھ رکھ دینا (بطور نشانی آپؐ نے ایسا فرمایا) غرض وکالت سے متعلق کثرت روایات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ محدثین نے جب متون احادیث کو مرتب کیا تو غالباً احادیث کے تمام کتب میں اس موضوع سے متعلق متعدد ابواب ملتے ہیں مثلاً امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح میں کتاب الوکالۃ کے تحت سولہ عنوانات قائم کئے ہیں (۱۲)۔

عہد صحابہ میں بھی وکالت کا تصور موجود تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ خود مقدمات میں پیش نہیں ہوتے تھے بلکہ کسی دوسرے کو وکیل مقرر فرما دیتے چنانچہ آپؓ کے متعلق حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا ہے: " عن عبدالله بن جعفر قال كان على بن أبى طالب رضى الله عنه يكره الخصومة فكان اذا كانت له خصومة وكل فيها عقيل بن أبى طالب فلما كبر عقيل وكلنى "(۱۳) (حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ مقدمہ میں پیش ہونا پسند نہیں فرماتے پس جب کبھی کوئی مقدمہ در پیش ہوتا تھا تو آپ حضرت عقیل بن ابی طالب کو مقدمہ کے لئے وکیل مقرر کر دیتے پھر جب ان کو (حضرت عقیل) بڑھاپا آگیا اور وہ کمزور ہو گئے تو مجھے ان مقدمات کے لیے وکیل مقرر فرما دیا)۔

## وکالت اور فقہاء

فقہاء کے نزدیک ہر وہ عقد جو انسان خود کر سکتا ہے اس کے لئے دوسرے آدمی کو بھی وکیل مقرر کر سکتا ہے چنانچہ صاحب ھدایہ نے لکھا ہے:

قال كل عقد جاز ان يعقده الانسان بنفسه جاز ان يوكل به غيره لان الانسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الاحوال فيحتاج الى ان يوكل به غيره فيكون بسبيل منه دفعاً للحاجة وقدصح ان النبى عليه السلام وكل بالشراء حكيم بن حزام و بالتزويج عمر بن ام سلمةؓ (١٤) (امام قدوریؒ نے فرمایا: ہر وہ معاہدہ جس کو انسان خود سر انجام دے سکتا ہے اس کا کسی دوسرے کو اس معاہدہ کے لئے وکیل بنانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ بسا اوقات انسان کو ایسے عوارض اور حالات کا سامنا ہوتا ہے کہ وہ اس کام کو سر انجام نہیں دے سکتا۔ اسے ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اس کام کی تکمیل کے لئے وکیل بنائے لہذا

دفع ضرورت کے لئے وکیل مقرر کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمؓ بن حزام کو خرید کے لئے وکیل مقرر فرمایا تھا اور ام سلمہؓ کے بیٹے عمرؓ بن ام سلمہؓ کو عقد کے لئے وکیل مقرر کیا: یعنی جب حضرت ام سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا گیا تو حضرت عمرؓ بن ام سلمہ نے وکالت کے فرائض سر انجام دیے)۔

وکالت اجماع امت سے بھی ثابت ہے بقول ابن ہمام: "فإن الأمة قد أجمعت على جوازها من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا" (١۵) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آج تک وکالت کے جواز پر اجماع ہے) حاصل بحث یہ کہ وکالت عمومی کا جواز قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

وکالت کی دوسری قسم یعنی مروجہ پیشہ وکالت کی بحث بعد میں آئے گی پہلے وکالت کے اسلامی ضابطہ اخلاق کو بیان کیا جائے گا۔

## وکیل کے فرائض

قرآنی آیات کی روشنی میں وکلاء کے فرائض کی تصریح یوں کی گئی ہے:

إنا أنزلنا إليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله. ولا تكن للخآئنين خصيما. واستغفرالله. ان الله كان غفورًا رحيما. ولا تجادل عن الذين يختانون انفسهم .إن الله لا يحب من كان خوا نًا اثيماً يستخفون من الناس ولا يستخفون من الله وهو معهم اذ يبيتون ما لا يرضى من القول. وكان الله بما يعملون محيطا. هأنتم هولاء جدلتم عنهم فى الحيوة الدنيا فمن يجادل الله عنهم يوم القيمة أم من يكون عليهم وكيلا. (١٦) (بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے حق کے مطابق، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلے کریں جو کہ اللہ تعالی نے آپ کو دکھلا دیا ہے۔ اور تم خائن لوگوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے نہ ہو اور استغفار کرو، بلا شبہ اللہ تعالی بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت والے ہیں۔ اور تم ان لوگوں کی طرف سے کوئی جھگڑا نہ کرو جو خیانت کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، بلا شبہ اللہ تعالی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور

اللہ تعالی سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ تعالی اس وقت بھی ان کے پاس ہوتا ہے جب وہ خلاف مرضی الہی گفتگو کے متعلق راتوں کو تدبیریں کرتے ہیں' اور اللہ تعالی ان سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں۔ ہاں تم وہ لوگ ہو کہ تم نے اس دنیاوی زندگی میں توان لوگوں کی طرف سے خوب جواب دہی کی باتیں کرلیں۔ لیکن اللہ تعالی کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جواب دہی کرے گا ؟یا وہاں کون شخص ان کا وکیل وکارساز ہوگا)۔

ویسے تو یہ قرآنی ارشادات ہر موقع اور مسئلے کے لئے عام ہیں لیکن ان کا اطلاق وکلاء پر بھی ہوتا ہے جیساکہ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :

یوں تو یہ ہدایات عام ہیں لیکن ہمارے وکلاء کے لئے خاص طور پر توجہ کی مستحق ہیں۔ کسی بددیانت اور خائن شخص کا دفاع کرنا اور اس کے مقدمہ کی پلیڈ کرنا ان آیات کی رو سے سخت ممنوع اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسے لوگ جب راتوں کو بددیانتی کی تدبیریں سوچتے ہیں توان کو یہ بھی سوچنا چاہئیے کہ آج اگر وہ دنیا میں ان خائن اور بددیانت لوگوں کی طرف سے مقدمہ بازیاں کررہے ہیں تو کل روز قیامت اللہ رب العزت کی عدالت میں کون ان کا دفاع کرے گا ؟ وہاں کون ان کا وکیل ہو گا ؟(١٧) گویا ظالم اور خائن کی وکالت اور معاونت حرام ہے۔ جو ایسا کرے گا تو قیامت کے دن وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا اور اپنے کئے کا سزاوار ہوگا۔

## جھوٹ کی وکالت

جھوٹی وکالت شریعت کی رو سے بالکل ناجائز ہے اور خدا کے قہر و غضب کا سبب بنتی ہے

حدیث نبوی ہے : عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: " من اعان علی خصومة بظلم فقد بآء بغضب من الله" (١٨) (حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص ظلم وناانصافی کے ساتھ کسی مقدمہ میں کسی کی مدد کرے گا وہ اللہ کے غیظ و غضب کو لے کر لوٹے گا) اس کے علاوہ ایک اور حدیث نبوی ہے : عن ابن عباس رضی الله عنهما قال من أعان باطلا لید حض بباطله حقا فقد برئت منه ذمة الله وذمة رسول الله صلی الله علیه وسلم"(١٩)(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ جس نے باطل کی مدد کی تاکہ اس باطل کے ساتھ حق کو مٹادے تو اس سے اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بری ہیں)۔

مزید برآں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے لکھا ہے :

اور یہ ان تمام لوگوں کے لئے ایک شدید تازیانہ ہے جو بے گناہ لوگوں کے خلاف جھوٹے اور جعلی مقدمات گھڑتے ہیں' ان کی پیرویاں کرتے ہیں اور جانتے بوجھتے جھوٹے مقدموں میں لوگوں کو مدد دیتے ہیں ایسے لوگ صریح ظلم اور بے انصافی میں مددگار بنتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کے مستحق ہوتے ہیں۔ مزید برآں وہ قانون دان اصحاب جو اپنی قانونی مہارت اور موشگافیوں سے فریق مخالف کا جائز حق چھین کر اپنے موکل کو دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بھی اس حدیث نبوی کی رو سے خدا کے غیض و غضب کا شکار ہونگے (۲۰) پس جھوٹی وکالت گناہ کبیرہ اور اللہ کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

## مشکوک مقدمات کی پیروی

اسلام میں مشکوک مقدمات کی پیروی ممنوع ہے لہذا وکلاء پابند ہیں کہ مقدمات لینے سے قبل معاملات کی اچھی طرح چھان بین کر لیں۔ تحقیق کے بعد جب انہیں اچھی طرح اطمینان ہو جائے کہ ان کے موکل حق پر ہیں تب ان کی وکالت کریں۔ مشکوک مقدمات کی حرمت سے متعلق حدیث نبوی ہے :" عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حالت شفاعته فی حد من حدودالله فقد ضاد الله فی ملكه ومن أعان على خصومة وهو لا يعلم احق أو باطل فهو سخط الله" (۲۱) (حضرت أبو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں حائل ہوئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اس کی مخالفت کی ہے اور جس شخص نے کسی ایسے مقدمہ میں کسی شخص کی مدد کی جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ وہ مقدمہ سچا ہے یا بے بنیاد ہے تو وہ شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا شکار رہے گا جب تک اس مدد سے دست بردار نہ ہو جائے)

علاوہ ازیں ایک اور حدیث نبوی ہے : " عن أبی الدرداء (رضی الله عنه) عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: ايما رجل شد غضبا على مسلم فی خصومة لا علم له بها فقد عاند الله حقه وحرص على سخطه وعليه لعنة الله تتابع الی يوم

القیامة" (۲۲) (حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان کے خلاف کسی ایسے مقدمہ میں سختی یا غصہ سے کام لیا جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا (کہ وہ مقدمہ سچا ہے یا جھوٹا) تو اس نے اللہ کے حق سے دشمنی کا ارتکاب کیا' اللہ کی ناراضی جانتے بوجھتے مول لی اور اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہوتی رہے گی)

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بقول:

ہمارے وکلاء حضرات کو خاص طور پر اس ارشاد کو یاد رکھنا چاہیے اور کوئی ایسا مقدمہ پیروی کے لئے نہیں لینا چاہیے جس کے بارے میں ان کو یقین نہ ہو کہ ان کا موکل حق پر ہے۔ ورنہ اگر انہوں نے مشکوک مقدمہ میں بھی اپنے موکل سے تعاون کیا تو شدید خطرہ ہے کہ یہ وعید ان پر صادق آجائے (۲۳) پس اسلامی قانون کی رو سے جھوٹے اور مشکوک مقدمات کی وکالت قطعی طور پر حرام ہے اور اللہ کی ناراضگی مول لینا ہے۔

## پردہ نشین خاتون کے لئے وکالت

جس عورت کی عادت باہر نکلنے کی نہ ہو تو امام رازیؒ کے نزدیک اس کے لئے وکیل کرنا لازمی ہے۔ مرغینانی کہتے ہیں:

ولو كانت المرأة مخدرة لم تجر عادتها بالبروزوحضور مجلس الحاكم قال الرازی رہ یلزم التوکیل و لانها لو حضرت لا یمکنها ان تنطق بحقها لحیائها فیلزم توکیلها قال ہذا لشئی استحسنه المتاخرون (۲٤) (اگر عورت پردہ نشین ہے باہر نکلنا یا قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا اس کی عادت ہی میں نہیں تو امام ابو بکر رازیؒ کے قول کے مطابق اس کا وکیل کرنا بھی ضروری ہوگا کیونکہ اگر وہ خود عدالت میں حاضر بھی ہو تو شرم و حیاء اور جھجک کی وجہ سے اپنے حق کی کماحقہ وضاحت نہ کر سکے گی لہذا اس کا وکیل کرنا ضروری ہوگا مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس قول کو متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے) گویا پردہ نشین عورت کے لئے وکیل مقرر کرنا نہ صرف جائز بلکہ لازمی ہے۔

## عصر جدید کے مسائل

عصر حاضر میں وکالت سے متعلق ابھرنے والے نت نئے مسائل کا اگر سرسری جائزہ لیا جائے تو ان میں سے چند حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں :

### (الف) وکالت کی فیس

وکیل چونکہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے اور اس کے لئے اپنا وقت صرف کرتا ہے اس لیے بقدر محنت وہ اپنی خدمت کا صلہ لے سکتا ہے۔ ابن قدامہ نے ایسی فیس کو جائز قرار دیا ہے :

يجوز التوكيل بجعل وغير جعل فان لوكالة بجعل استحق الوكيل الجعل بتسليم ما وكل فيه الى الموكل ان كان مما يمكن تسليمه"(۲۵)(وکالت کی با معاوضہ ہونا اور بلا معاوضہ ہونا جائز ہے 'اگر وکالت بامعاوضہ ہو' تو وکیل اس شئی کو' موکل کے سپرد کر دینے اس خدمت کو انجام دینے کی صورت میں اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے' بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو)۔

جو علماء مروجہ پیشہ وکالت کے جواز کے حق میں نہیں ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ وکالت کی فیس اس صورت میں جائز ہے کہ وکیل مستقل طور پر پیشہ وکالت سے منسلک نہ ہو نیز وکیل کا عادل اور دیانت دار ہونا لازمی ہے۔ جھوٹ کی وکالت سے حاصل ہونے والی فیس شرعاً حرام ہے۔ عصرِ جدید کے مفکر مولانا مودودی نے لکھا ہے :

ایک وکیل اپنی قانونی مہارت کو لے کر بازار میں بیٹھ جاتا ہے اور تیار رہتا ہے کہ جس مقدمہ کا جو فریق بھی اس کے دماغ کا کرایہ ادا کرنے کے لئے تیار ہو اس کے حق میں وہ قانونی نکات سوچنا شروع کر دے۔ اس کو اس سے کوئی بحث نہیں ہوتی کہ میرا موکل حق پر ہے یا باطل پر' مجرم ہے یا بے گناہ' اپنا حق لینا چاہتا ہے یا دوسرے کا حق مار کھانا چاہتا ہے۔ اس کو اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کا قانون کا منشاء در حقیقت کیا ہے اور اس کی رو سے اس کے موکل کا مقدمہ صحیح ہے یا غلط۔ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس شخص نے مجھے فیس دی ہے اور میرا کام اس کی حمایت کرنا ہے۔ اس لئے وہ مقدمہ کو چھیل بنا کر قانون کے مطابق ڈھالتا ہے' کمزور پہلوؤں کو چھپاتا ہے' موافق پہلوؤں کو ابھارتا ہے... اب خواہ کوئی حقیقی مجرم چھوٹ جائے یا کوئی واقعی بے گناہ پھنس جائے... وکیل اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا(۲۶) پس اسلام میں جس طرح جھوٹے مقدمات کی پیروی حرام ہے اسی طرح

جھوٹے فریق کو مقدمہ جتانے پر موصول شدہ آمدنی بھی حرام ہے۔

(ب) فریق مخالف کی حق تلفی

وکالت کے فرائض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وکیل فریق مخالف کے حق کو نہ چھینے لیکن موجودہ پیشہ ور وکلاء صرف اپنے موکل کے مفادات کے لئے لڑتے ہیں خواہ وہ مستحق ہوں یا نہ ہوں۔

بقول ابوالاعلی مودودیؒ:

کوئی حق دار بے حق ہو جائے یا غیر مستحق دوسرے کا حق مار کھا جائے وکیل اس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ وہ حق کی حمایت کرنے اور انصاف کرانے کے لئے وکالت خانے میں نہیں بیٹھتا۔ اس کا مقصد ہوتا ہے روپیہ۔ جو اسے روپیہ دے وہی حق پر ہے خواہ وہ مقدمہ کا ایک فریق ہو یا دوسرا فریق. (۲۷)

اسلام میں جھوٹے مقدمات کو حکام کے پاس دائر کرنا اس لئے منع ہے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: "ولا تاكلوآ أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بهآ الى الحكام لتأكلوا فريقاً من اموال الناس بالإثم وانتم تعلمون" (۲۸) (اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور ان (کے جھوٹے مقدمہ) کو حکام کے ہاں اس غرض سے مت دائر کرو کہ (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ گناہ کے طور پر (یعنی ظلم سے) کھا جاؤ اور تم کو (اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم بھی ہو) اس کے علاوہ حدیث میں بھی ناجائز مقدمات لڑنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

عن ام سلمة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إنما أنا بشر وانكم تختصمون الى ولعل بعضكم ان يكون الحن بحجته من بعض فأقضى نحوما أسمع فمن قضيت له بحق أخيه شيأ فلا يأخذه فإنما أقطع له قطعة من النار (۲۹) (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں ایک بشر ہوں اور تم تنازعات لے کر میرے پاس آتے ہو ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دلیل پیش کرنے میں ہوشیار ہو اور میں اس کی بات پر فیصلہ کر دوں تو اسے چاہیے کہ وہ ناجائز حق نہ لے اگر لیتا ہے تو وہ آگ کا ٹکڑا لیتا ہے) گویا محض اپنے موکل ہی کی ہر جائز و ناجائز معاونت اسلامی قانون کی رو سے بہت بڑا ظلم ہے۔

(ج)عدالت کی معاونت

دور جدید میں مروجہ پیشہ وکالت سے منسلک وکلاء عدالتوں کی صحیح معاونت نہیں کرتے بلکہ قانون کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں بقول سید مودودی :

"...اور کیا فی الواقع ایسے ماہرین قانون کا مشورہ ججوں کو انصاف کے کام میں کچھ بھی مدد دے سکتا ہے جو علانیہ اس مقصد کے لئے فیس لئے بیٹھے ہوں کہ قانون کی تعبیر لازماً اپنے موکل ہی کے حق میں کریں گے"(۳۰) پس وکلاء کے حقیقی فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فصل خصومات اور تشریح قانون میں عدالت کی صحیح معاونت کریں۔

(د) مروجہ پیشہ وکالت

کیا وکالۃ بالخصومہ بطور ایک پیشہ وکاروبار شرعاً جائز ہے ؟اس سلسلے میں عصر حاضر کے علماء اور دانشور متضاد نظریات کے حامل ہیں۔جو دانشور مروجہ قانونی پیشے کے حق میں ہیں وہ اس پیشے کو جائز قرار دینے کے لئے فقہاء کرام کی اس عبارت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں" الوكالة بالخصومة جائزة برضا الخصم" جو مختلف کتب فقہ میں موجود ہے مثلاً البدائع والصنائع میں لکھا ہوا ہے :"يجوز التوكيل بالخصومة فی اثبات الدين والعين وسائر الحقوق برضا الخصم"(۳۱) (دین 'اشیائے اور جملہ حقوق میں مخالف فریق کی رضامندی سے وکالہ بالخصومہ جائز ہے) علاوہ ازیں وہ اس آیت کریمہ سے بھی استدلال کرتے ہیں : " ولا تكن للخائنين خصيما"(۳۲) (خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑیے)اس آیت کریمہ کی رو سے خائن لوگوں کی وکالت تو حرام ہے لیکن دیانت دار اور سچے لوگوں کی وکالت ممنوع نہیں۔لہذا پیشۂ وکالت شرعاً ناجائز نہیں بلکہ کافی حد تک مظلوم کی اعانت ہے۔ان دانشوروں کے خیال میں پیشۂ وکالت اصلاً تو درست ہے مگر اپنے وصف کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے بلکہ اصلاح طلب ہے جس کی اصلاح کے لئے علماء مختلف اوقات میں تجاویز دیتے رہے ہیں۔اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس سلسلے میں اصلاحی تجاویز دی ہیں(۳۳).

عصر حاضر کے وہ علماء جو مروجہ پیشۂ وکالت کے انسداد کے پرزور حمایتی ہیں ان کے خیال میں وہ لوگ جو مذکورہ پیشہ وکالت کے طرف دار ہیں ان کے دلائل عام وکالت کے حق میں تو درست ہیں مگر مروجہ قانونی وکالت کے حق میں درست نہیں ہیں کیونکہ پوری اسلامی تاریخ میں

موجودہ پیشہ ورانہ وکالت کا ثبوت نہیں ملتا چنانچہ سید سیاح الدین کاکاخیل نے لکھا ہے :

مجھے اسلامی نظام عدل کی کسی تاریخ اور کسی کتاب میں یہ نہیں ملا کہ قاضیوں کی مجالس قضاء کے اردگرد سینکڑوں اشخاص شرعی قوانین واحکام کی مہارت کی ڈگریاں اور لائسنس حاصل کیئے ہوئے اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کوئی گاہک آئے گا (...) کہ میں اس قسم کا دعوی کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے یہ طریقہ بتادیں کہ میں دعوی کن قانونی دفعات کو پیش نظر رکھ کر دائر کروں ت وہ ماہر قانون کچھ مالی معاوضہ طے کر کے اپنی مہارت و قانون دانی کی خدمات اس کو پیش کرے گا (۳۴).

سید سیاح الدین کاکاخیل ان علماء میں سے ہے جن کے نزدیک وکالۃ بالخصومۃ بطور ایک پیشہ اور مستقل طریقہ اکتساب رزق جائز نہیں ہے۔ مذکورہ وکالت کی جو صورت جائز ہے اس کی تفصیل سید صاحب نے یوں بتائی ہے :

اگر کوئی شخص کسی وجہ سے بھی ہو خود اپنے حق کے وصول کرنے یا دعوی کا جواب دینے اور مقدمہ چلانے کی کاروائی نہیں کر سکتا یا نہیں کرنا چاہتا تو وہ کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے یعنی اپنی جگہ کسی رشتہ دار کو کسی دوست کو یا کسی بااعتماد سمجھدار خیر خواہ کو وکیل بنا سکتا ہے کہ وہ اس کے حق کے اثبات و مطالبہ کے لئے قاضی کی مجلس میں دعوی دائر کرے یا وہاں جا کر کسی کے دعوی کا انکار اور جواب دہی کرے۔ وکالۃ بالخصومہ کا اس تفصیل کے ساتھ جواز تو تسلیم ہے (۳۵).

## پیشہ وکالت کا انسداد

عصر جدید کے علماء کا ایک طبقہ ایسا ہے جو مروجہ پیشہ وکالت کو بتدریج ختم کرنے کا قائل ہے اس کے خیال میں جب تک یہ پیشہ جاری ہے اسلامی نظام عدل کا قیام ناممکن ہے بقول سید ابو الاعلی مودودیؒ :

اولین اصلاح طلب معاملہ پیشہ وکالت ہے جو موجودہ عدالتی نظام کی بدترین خرابیوں میں سے ایک بلکہ شاید سب سے بدتر چیز ہے۔ اخلاقی اعتبار سے اس کے جواز میں ایک حرف نہیں کہا جا سکتا۔ عملی حیثیت سے عدالتی کام کی کوئی حقیقی ضرورت ایسی نہیں ہے جو اس کے بجائے کسی دوسرے مناسب طریقہ سے پوری نہ کی جا سکتی ہو۔ اور اسلام کے مزاج سے یہ پیشہ قانون بازی اس قدر بعد رکھتا ہے کہ جب تک یہ پیشہ جاری ہے ہماری عدالتوں میں اسلامی قانون اپنی صحیح اسپرٹ کے ساتھ

جاری ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر کہیں خدا کی قانون کے ساتھ یہاں وہ بازی گری کی گئی جو انسانی قانون کے ساتھ روز کی جاری ہی ہے تو عجب نہیں کہ ہم انصاف کے ساتھ ایمان بھی کھو بیٹھیں۔ لہٰذا یہ نہایت ضروری ہے کہ اس پیشہ کو بتدریج ختم کر دیا جائے (۳۶) واقعہ یوں ہے کہ مروجہ پیشہ مغربی نظام کا حصہ ہے جو اس کے توسط سے متعارف ہوا ہے بقول سیاح الدین کاکا خیل :

دراصل یہ پیشہ صرف مغربی "نظام عدل" کے ساتھ ساتھ جو اپنے اکثر اجزاء اور طریق کار کے اعتبار سے نظام جور و ظلم ہے، رواج پذیر ہوا ہے۔ اس لئے بطور ایک پیشہ اور ایک ذریعۂ اکتساب رزق کے اس کا شرعی جواز بالکل نہیں اور اسلامی عدل کے لئے بہ طور ایک پیشہ کے اس کا بالکل ختم کرنا ضروری ہے۔ اگر مستقل اس قسم کے پیشہ ور وکلاء (خواہ موجودہ قانون دان ہوں خواہ کوئی مفتی مولوی یا مولانا) موجود ہوں اور وہ ہر مدعی سے فیس لے کر وکیل بالخصومہ بن کر قانونی موشگافیاں کرتا اور ہر طرح کے فقہی جزئیات اور شاذ اقوال نکال نکال کر قاضیوں اور ججوں کو مرعوب و متاثر کرتا ہو۔ اور صحیح واقعی شرعی رہنمائی کے بجائے اپنے مقدمہ کو کامیاب کرنے کے لئے سارے ماہرانہ اور فقہیانہ حربے استعمال کرتا ہو تو اس طریقہ سے عادلانہ نظام قائم نہیں ہو سکے گا (۳۷)۔

## پیشہ وکالت کے بجائے منصب مفتی

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے نظام عدالت میں اس مروجہ قانونی پیشے کے بجائے مفتی کا نظام مروج تھا لوگ ہر طرح کی قانونی رہنمائی کے لئے مفتی سے رجوع کرتے تھے بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی : "پچھلی دس بارہ صدیوں میں آدمی سے زیادہ دنیا پر مسلمانوں نے حکومت کی ہے اور کہیں اس کے نظام عدالت میں اس قانونی پیشے کا نشان ہمیں نہیں ملتا۔ اس کے بجائے ہمارے ہاں مفتی کا منصب تھا اور اب ہمیں اسی کو تازہ کرنا چاہیے" (۳۸)

حاصل کلام یہ کہ مروجہ پیشۂ وکالت کے موافق اور مخالف دلائل کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی قانون کی روشنی میں پیشہ وکالت کی اصلاح کی جائے اور وکلاء کو قوانین اسلامی سے کماحقہ واقفیت ہونی چاہیے تاکہ وہ اس کے مطابق اپنے مؤکلین کی راہنمائی کر سکیں اور اسی کی بنیاد پر فیصلے کریں۔

## حوالہ جات


۱- راغب اصفہانی ،المفردات فی غریب القرآن ،نور محمد کارخانہ تجارت کتب ،کراچی ،۱۹۶۱ء ،ص ۵۵۳۔

۲- علی بن محمد بن علی الجرجانی ،التعریفات ،قاہرہ ،۱۳۲۱ھ ،ص ۱۷۵

۳- ابن حجر العسقلانی ،فتح الباری شرح صحیح البخاری ،کتاب الوکالۃ ،۴/۴۷۹

۴- فتاوی ہندیہ ،طبع دوم ،بولاق ،۱۳۱۰ھ ،۳/۵۶۰

۵- عبدالرحمٰن الجزیری ،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ،دارالفکر و دار الکتب العلمیہ ،بیروت ،لبنان ،
۱۴۰۶ھ ،۳/۱۷۲-۱۷۳

۶- المرغینانی علی بن ابی بکر ،ہدایہ ،مطبع مصطفیٰ الحلبی ،۱۹۶۵ء ،۳/۱۶۱

۷- البقرۃ/۲۸۲

۸- الکہف/۱۹

۹- النساء/۳۵

۱۰- بخاری ،الجامع الصحیح ،کتاب الوکالۃ ،باب وکالۃ الامرأۃ الامام فی النکاح ،۳/۶۳

۱۱- ابو داؤد ،السنن ،کتاب القضاء ،باب الوکالۃ ،۲/۱۵۵

۱۲- بخاری ،الجامع الصحیح ،کتاب الوکالۃ ،۳/۶۰-۶۶

۱۳- البیہقی احمد بن حسین ،السنن الکبری ،کتاب الوکالۃ ،باب التوکیل فی الخصومات مع الحضور والغیبۃ ،۶/۸۱

۱۴- المرغینانی ،ہدایہ ،۳/۱۷۶۔

۱۵- ابن ہمام محمد بن عبدالواحد ،فتح القدیر فی شرح الہدایۃ ،دارالفکر ،بیروت ،لبنان ،
ت-ن ،۷/۴۹۹ (ت-ن)

۱۶- النساء/۱۰۵-۱۰۹

۱۷- ڈاکٹر محمود احمد غازی ،ادب القاضی ،ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد ،۱۹۸۳ء ،ص
۱۵۰-۱۵۱

۱۸- ابو داؤد ،السنن ،کتاب القضایا ،باب فی الرجل یعین علی خصومۃ من غیر ان یعلم امرہا ،۲/۱۵۰

۱۹- الحاکم ،المستدرک علی الصحیحین ،کتاب الاحکام ،من اعان باطلا فقد برئت منہ ذمۃ اللہ تعالی ،۴/۱۰۰

۲۰- ڈاکٹر محمود احمد غازی ،ادب القاضی ،ص ۲۵۳

۲۱- الہیثمی ،علی بن ابی بکر ،مجمع الزوائد ،کتاب الاحکام ،باب فی الشہود ،۴/۲۰۱

۲۲- الہیثمی ،مجمع الزوائد ،کتاب الاحکام ،باب فی الشہود ،۴/۲۰۱

۲۳- ڈاکٹر محمود احمد غازی ،ادب القاضی ،ص ۲۵۲

۲۴- المرغینانی' ہدایہ' ۲/۱۷۷-۱۷۸

۲۵- ابن قدامہ' معجم الفقہ الحنبلی' کویت' ت-ن' ۲/۱۰۶۵

۲۶- سید ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامی قانون' اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ' لاہور' ص ۶۶-۶۷

۲۷- ایضاً' ص ۶۷

۲۸- البقرۃ/۱۸۸

۲۹- بخاری' الجامع الصحیح' کتاب الاحکام' باب موعظۃ الامام للخصوم' ۸/۱۲۲

۳۰- ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامی قانون' ص ۶۷

۳۱- الکاسانی ابوبکر بن مسعود' بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع' دار الکتاب العربی' بیروت' لبنان' ۱۴۰۲ھ'
۶/۲۲

۳۲- النساء/۱۰۵

۳۳- اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان' رپورٹ اسلامی نظام عدل' ۱۹۸۴ء' ص ۷۷-81

۳۴- سید سیاح الدین کاکاخیل' وکالت بالخصوص بطور ایک پیشہ و کاروبار و طریقہ اکتساب رزق شرعاً جائز نہیں'
رپورٹ اسلامی نظام عدل' اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان' ۱۹۸۴ء' ص ۱۱۶۔

۳۵- ایضاً

۳۶- ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامی قانون' ص ۶۵-۶۶

۳۷- سید سیاح الدین کاکاخیل' وکالت بالخصوص بطور ایک پیشہ و کاروبار و طریقہ اکتساب رزق شرعاً جائز نہیں' ص
۱۱۵۔

۳۸- ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامی قانون' ص ۶۸۔